اب ٹائم مشین میں بیٹھ کر دوبارہ دور حاضر میں آجاتے ہیں۔

اگلے دن کانفرنس کا پہلا دن تھا۔ یہ کانفرنس نیشنل ریسرچ سینٹر میں ہو رہی تھی۔ یہ عرب دنیا میں سائنسی تحقیق کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔اس میں کم و بیش ۵۰۰۰ سائنسدان کام کرتے ہیں۔مصر تعلیمی ترقی میں عرب دنیامیں سب سے آگے ہےاور عظیم روایات کا حامل بھی۔

مشہور زمانہ الازہر یونیورسٹی بھی قاہرہ میں واقع ہے۔دنیا کی سب سے پرانی یونیورسٹی ہونے کا اعزاز جامعۃ القرویین (University of al-Karaouine) کو حاصل ہے جو مراکش میں واقع ہے۔اس کی بنیاد ۸۵۹ عیسوی میں فاطمہ الفہری نے رکھی۔ یہ جامعہ اس وقت سے اب تک مسلسل تعلیم دے رہی ہے۔

گو جامعۃ الازہر کا نمبر قدامت میں دوسرا ہے مگر اس کا حجم مراکشی جامعہ سے ہمیشہ بہت بڑا رہا ہے۔اس کی بنیاد ۹۷۰ عیسوی میں فاطمید خلافت کے دور میں رکھی گئی اور یہاں قران، اسلامی قانون ،فقہ اور گرامر کی تعلیم دی جانے لگی۔سائنسی تعلیم خاص طور پر فلکیات بھی اس کے نصاب کا حصہ تھا۔آج

تک اس کی عربی ادب اور اسلامی تعلیمات کے حوالے سے مرکزی حیثیت برقرار ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہاں جدید علوم بھی پڑھائے جانے لگے ہیں۔

میں مختلف مندوبین سے ملنے کے بعد جب کانفرنس ہال میں داخل ہوا تو سامنے حسنی مبارک کی بڑی تصویر لگی ہوئی تھی۔ ہم تو قائداعظم اور علامہ اقبال کو بابائے قوم مانتے ہیں۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور نہ ہی انشااللہ آئے گی مگر مصر میں جمال عبالناصر کو یہ مقام حاصل نہ ہوسکا۔ جو بھی حکمران آتا ہے اسی کا نام چلتا ہے اور پچھلے فراموش ہو جاتے ہیں۔

ہال ابھی خالی تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ باہر نکل کر دھوپ میں کھڑے ہو کر مختلف لوگوں سے تعارف حاصل کیا جائے کہ میرے عقب سے ایک نسوانی آواز نے سلام کیا۔ لہجہ سے فوراً پتہ چل گیا کہ پاکستانی ہے۔ مڑ کر دیکھا تو میں پہچان نہ سکا۔ اس نے تعارف کرایا تو پتہ چلا کہ میرے ادارہ کی ہی طالبہ علم ہے جس سے ہفتہ میں ایک دو دفعہ تو سامنا ہو ہی جاتا تھا۔ تو پھر میں اسے کیوں نہ پہچان سکا؟

بات یہ تھی کہ پاکستان میں وہ چہرہ نقاب سے ڈھانپتی تھی اور یہاں اس کا نقاب غائب تھا۔ ویسے کئی لڑکیوں کا نقاب میں بھرم رہ جاتا ہے۔ کئی پاکستانی لڑکیوں کا وطیرہ ہے کہ پاکستان میں تو نقاب کرتی ہیں مگر ملک سے باہر جاتے ہی نقاب غائب۔ پاکستان کے لئے مذہب کے احکامات اور ہیں اور دوسرے ممالک کے لئے اور۔ میں ایک اور لڑکی کو جانتا ہوں جو پاکستان میں مکمل حجاب میں ہوتی ہے اور جاپان میں جہاں وہ زیر تعلیم ہے جین پہنتی ہے۔

ماحول سے اس وقت کافی انسیت محسوس ہوئی جب پاکستان کی طرح یہاں بھی کانفرنس کی کاروائی ایک گھنٹہ بعد شروع ہوئی۔ میرا لیکچر تو اگلے دن تھا مگر پہلے دن مجھے ایک سیشن کی صدارت کرنی تھی۔

کئی لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ کانفرنس کی اردنی منتظم ڈاکٹر حنان ملکاوی سے تو ہوٹل میں ہی ملاقات ہوگئی تھی یہاں مصری منتظم ڈاکٹر محمود سرکار سے گپ شپ رہی۔ بہت خوش اخلاق۔ رنگ قدرے گندمی۔ ہماری طرح مصر میں بھی کئی نسلوں کے لوگ آباد ہیں۔

مرد تو سب ہی مغربی لباس میں ملبوس تھے مگر میں نے خواتین کے لباس میں اسلامی رنگ غالب دیکھا۔ مکمل مغربی لباس میں ایک دو خواتین ہی نظر آئیں۔ اکثر کے سر پر سکارف تھا مگر نقاب کسی کے چہرے پر نظر نہیں آیا۔ اکثریت نے لمبا اوور کوٹ پہنا ہوا تھا۔

علاوہ ازیں ہندوستان سے آنے والے ڈاکٹر انیل سے ملاقات ہوئی۔ زرعی سائنسدان ہیں۔ بعد میں کافی گپ شپ رہی۔ انتہائی نفیس آدمی۔ ہر قسم کے تعصب سے پاک۔ بعد میں کافی دیر تک ان سے خط و کتابت رہی۔

اگر یہاں ڈاکٹر عاشق (فرضی نام) کا ذکر نہ ہو تو زیادتی ہوگی۔ آپ کا تعلق تو کراچی سے تھا مگر واہ کینٹ میں کسی میڈیکل کالج میں بائیوکیمسٹری کے پروفیسر تھے۔ قد پانچ فٹ سے دو تین انچ نکلتا ہوا۔ ٹھوڑی تک محدود فیشنی داڑھی۔ نفیس سوٹ پہنے ہوئے۔ پتہ چلتا تھا کہ پاکستان سے باہر جانے کا شاید پہلا موقع تھا۔ گفتگو کے فن کے ماہر تھے اور آنے والے دنوں میں ان کے اس کرشمے کے کئی مظاہر دیکھنے کو ملے۔ ان کا قیام قریب ہی ایک ہوٹل میں تھا اس لئے پہلے ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔

نیشنل ریسرچ سینٹر مرکزی شہر کے قریب ہے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد سوچا کہ ذرا بازاروں کی سیر کی جائے۔ دریا کے اس پار جہاں میں مقیم تھا شہر کا فیشن ایبل علاقہ تھا دنیا کو دکھانے کے لئے اور یہاں تھی اصل صورتحال۔

یہ تنقید صرف قاہرہ تک محدود نہیں۔ ہمارے ہاں بھی یہی حال ہے۔ کسی ملک کی اصل ترقی اور معاشرے کی مضبوطی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ سہولیات زندگی کی تقسیم میں کتنی یکسانیت ہے۔

زمانہ طالب علمی میں جاپان میں کافی وقت گزارا۔ وہاں پر کسی بھی سکول کے لئے بنیادی شرائط ہیں جو پوری ہونا لازمی ہیں چاہے سکول ٹوکیو یا اوساکا میں ہو یا کسی گاؤں میں۔ میں نے خود ایسے گاؤں دیکھے جہاں سکول میں طالب علم تیس چالیس تھے اور اساتذہ بھی تقریباً اتنے ہی۔ سکول میں سوئمنگ پول بھی تھا اور جمنیزیم بھی۔ یہ سرکاری سکول کی بات ہو رہی ہے۔

بات اور طرف نکل گئی۔ قاہرہ کے بازاروں میں دوکانیں ہماری طرح ہی تھیں اور گندگی بھی اسی طرح ہی تھی۔ جا بجا کوڑے کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ زیادہ تر لوگ عربی چوغہ پہنے ہوئے

تھے۔خواتین بھی روائتی لباس میں ہی تھیں۔مفلوک الحالی عیاں تھی۔میں نے مشہورزمانہ مصری کاٹن کے کچھ کپڑے خریدے اورنیشنل ریسرچ سینٹرواپس پہنچ گیا۔